

## تشریع اسلامی میں قیاس کا مقام

سید محمد متین ہاشمی

فقہائے امت نے اسلامی تشریع کی اساسیات میں چار چیزیں شمار کی ہیں۔

- ۱۔ کتاب اللہ
- ۲۔ سنت رسول ص
- ۳۔ اجماع امت
- ۴۔ قیاس

اس مقالے میں ”اصل رابع“، یعنی قیاس کے متعلق گفتگو مقصود ہے۔

### لغوی معنی:

قیاس لغت میں ”تقدیر“، اندازہ لگانے کو کہتے ہیں، کہا جاتا ہے قست الارض بالقصبۃ (میں نے زمین کو ناپنے کی لکڑی سے ناپا یعنی اسکا اندازہ لگایا) اسی طرح کلام عرب میں مستعمل ہے قست الثوب بالذراع (میں نے گز سے کپڑے کو ناپا) یعنی میں نے گز کے ذریعہ کپڑے کی لمبائی اور چوڑائی کا اندازہ لگایا۔ قیاس میں دو باتیں لغوی اعتبار سے بھی ضروری ہیں۔ ایک تو مقیس اور مقیس علیہ کے درمیان مساوات اور دوسرے دونوں کے درمیان تعلق و مناسبت۔

### اصطلاحی معنی:

قیاس کی اصطلاحی تعریف میں علماء کے مختلف اقوال ہیں، نور الانوار میں ہے:

القياس في اللغة التقدير و في الشرع تقدير الفرع بالاصل في الحكم  
والعلة-(۱)

(قياس لغت میں اندازہ لگانے کو کہتے ہیں اصطلاح شرع میں حکم  
و علت کے اعتبار سے فرع کا اندازہ اصل کے مطابق لگانے کا نام قیاس ہے)  
سلاجیوں نے ایک اور تعریف بھی نقل کی ہے لیکن پھر خود ہی اس کا  
ابطال کر دیا ہے۔

وقيل هو تعدية الحكم من الاصل الى الفرع وهو باطل-(۲)  
بعض نے قیاس کی تعریف میں کہا ہے کہ ”وہ حکم کو اصل سے فرع  
کی طرف پھیلانے کو کہتے ہیں“، لیکن یہ نظریہ باطل ہے۔  
علامہ آمدی نے ابوہاشم اور قاضی عبدالجبار کی تعریفات نقل کی ہیں  
لیکن انہوں نے ان تعریفات کو غیر جامع قرار دے کر رد کر دیا ہے۔  
وقال ابو هاشم انه عبارة عن حمل الشئ على غيره و اجراء حكمه و هو  
باطل-(۳)

ابو ہاشم نے کہا ہے کہ قیاس کسی شے کو اس کے غیر پر محمول  
کرنے اور اس پر اس کے حکم کو جاری کرنے کو کہتے ہیں لیکن  
یہ تعریف باطل ہے۔

۱۔ ملا جیون: نورالانوار: ۱۹۰ طبع مسطفاثی لکھنؤ ۱۲۸۸

۲۔ ایضاً

۳۔ سیف الدین ابو الحسن علی بن ابی علی بن محمد الامدی: الاحکام فی

اصول الاحکام: ۳: ۱۶۹ طبع قاہرہ ۱۹۶۷ء

وقال القاضي عبدالجبار انه حمل الشئى على الشئى فى بعض احكامه بضرب  
من الشبه و هو باطل (۴)

قاضى عبدالجبار نے کہا ہے کہ قیاس کسی شئی کو کسی دوسری شئی  
پر بعض احکام کے اعتبار سے ایک قسم کی مشابہت کے باعث معمول کرنے  
کو کہتے ہیں۔ اور یہ باطل ہے۔

راقم الحروف کے خیال میں مندرجہ ذیل تعریف زیادہ جامع اور مانع ہے۔  
بانه الحاق امر غیر منصوص علی حکمہ بامر آخر منصوص علی حکمہ لاشتراک  
بینهما فی علة الحكم (۵)

(یعنی علت حکم میں اشتراک کے باعث امر غیر منصوص کا حکم امر  
منصوص کے مطابق بیان کیا جائے)۔

مثلاً علت اسکار کی وجہ سے حرمت خمر کا حکم دیا گیا۔

انما الخمر والميسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشيطان فاجتنبوه  
لعلکم تفلحون (المائدہ - ۹۰)

شراب اور جوا اور بت اور پانسے یہ تو بس نری گندگی، شیطان کا کام ہے  
سو اس سے بچے رہو تاکہ فلاح پاؤ۔

لہذا اسکار کی یہ علت جس مشروب میں بھی پائی جائے وہ شراب کے حکم  
میں ہے اور حرام ہے۔

۴ - ایضاً

۵ - محمد ابو زہرہ: اصول الفقہ: ۲۰۹ طبع مصر ۱۹۵۷ء

اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

یا ایہا الذین آمنوا اذا نودی للصلوة من یوم الجمعة فاسعوا الی ذکرالله  
و ذروا البیع ذلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون (الجمعه - ۹)

اے ایمان والو! جب نماز کے لئے جمعہ کے دن اذان کہی جائے تو  
چل پڑا کرو اللہ کی یاد کی طرف اور خرید و فروخت چھوڑ دیا کرو یہ  
تمہارے حق میں بہتر ہے اگر تم سمجھ رکھتے ہو۔

اس آیت کریمہ نے جمعہ کی اذان کے بعد بیع و شراء کو مکروہ قرار دے دیا۔  
اس کی علت یہ ہے کہ جمعہ کے دن اذان کے بعد بیع و شراء میں مشغول ہونے  
سے اندیشہ ہے کہ آدمی نماز سے غافل ہو جائے اور بہت ممکن ہے کہ نماز  
سے رہ جائے۔ اس حکم کی علت ”اشتغال عن الصلوة“ ہے۔ اب یہ علت اذان  
جمعہ کے بعد جس عمل میں بھی پائی جائے گی اس پر یہی حکم جاری کیا جائے  
گا۔ مثلاً اذان جمعہ کے بعد کسی مزدور کو اپنے کام میں لگائے رکھنا، رہن  
کے معاملات طے کرنا۔ عدالتوں میں مقدمات کی سماعت کرنا۔ یہ سارے کام  
اشتراک فی العلة کی وجہ سے مکروہ ہیں۔ حالانکہ نص قطعی رہن، اجارہ یا  
قضاء کے بارے میں وارد نہیں ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے لایرث القاتل یعنی اگر  
جلد وراثت حاصل کرنے کے ارادے سے کڑی وارث اپنے سوڑ کو قتل  
کردے تو اس کو میراث نہیں دی جائے گی۔ ایسے وارث کے لئے رسالت مآب  
صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح حکم ہے کہ وہ وارث ہی نہیں ہوگا اور اس کو  
مقتول کے ترکے سے کچھ نہیں ملے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم  
مبارک کی علت ”استعجال“ ہے۔ یعنی وقت آنے سے پہلے ہی اپنے حق کو

حاصل کر لینے کی خواہش۔ لہذا یہ علت استعجال جس حق میں بھی پائی جائے گی عقوبت کے طور پر صاحب حق کو اس کے حق سے محروم کر دیا جائے گا۔ مثلاً زید نے وصیت کی کہ میری موت کے بعد میرا مکان بکر کو دے دیا جائے۔ بکر نے زید کی موت کا انتظار کیا لیکن زید کو موت نہیں آئی۔ اسی جذبہ استعجال (جلد بازی) سے مغلوب ہو کر اس نے بوسی یعنی زید کو قتل کر دیا۔ اس صورت مسئلہ میں بھی چونکہ وہی علت استعجال پائی جا رہی ہے جو وارث میں پائی جا رہی تھی اس لئے اس مسئلے کو وارث والے مسئلے پر قیاس کر کے بکر کو زید کی وصیت کردہ جائداد سے بطور عقوبت محروم کر دیا جائے گا۔

مندرجہ بالا مثالوں کا مقصود اس بات کو واضح کرنا تھا کہ ”اگر کسی خاص واقعے میں نص موجود نہ بھی ہو لیکن حکم منصوص کی علت اس میں پائی جائے تو تسویہ فی العلة کی وجہ سے تسویہ فی الحکم ہوگا اور یہی قیاس ہے۔ اصولیین کی اصطلاح میں واقعہ منصوص (جس کی بابت نص موجود ہے) کو اصل، اور تسویہ فی العلة کی وجہ سے جس واقعے کو اس پر محمول کر کے اس میں وہی حکم جاری کیا جائے اسے فرع کہتے ہیں، یعنی مقیس علیہ کو اصل اور مقیس کو فرع۔

### تخریج و تحقیق مناط (۶)

عمل قیاس کی ابتداء تخریج مناط سے ہوتی ہے۔ یعنی جب مجتہد کسی منصوص حکم (اصل) پر غیر منصوص (فرع) کا قیاس کرنا چاہے تو اسے چاہئے کہ سب سے پہلے اس حکم کی مناط (علت) کا استخراج کرے۔ یہ بڑا نازک

۶۔ مناط الحکم اس علت کو کہتے ہیں جس پر حکم کی بنیاد ہوتی ہے۔

اور دقیق کام ہے۔ اور اس مقام پر مجتہد کی معمولی سی غلطی یا بے پروائی اسے حقیقت سے بہت دور لے جا سکتی ہے۔ اس کے بعد دوسرے عمل کا آغاز ہوتا ہے یعنی اس علت کی تحقیق۔ مثلاً مجتہد کو دیکھنا ہوگا کہ آیا واقعہ وہی علت واقعہ غیر منصوص میں بھی پائی جاتی ہے یا نہیں جو واقعہ منصوص میں پائی جاتی ہے۔ یہ عمل اول الذکر عمل سے بھی زیادہ دقیق ہے۔ کافی غور و فکر اور تحقیق و تدقیق کے بعد جب یہ امر واضح ہو جائے کہ دونوں واقعات (اصل و فرع) علت کے اعتبار سے متساوی ہیں تو پھر اسے حق ہے کہ فرع (غیر منصوص) میں بھی اصل (منصوص) کا حکم جاری کر دے۔

اس مقام پر ایک نکتہ ملحوظ رکھنا چاہئے وہ یہ کہ یہ بھی ضروری ہے کہ ”نص کے حکم کی علت ‘عقول المعنی‘، ہو۔ یعنی حکم منصوص کی علت اور مصلحت سمجھ میں آجانے والی ہو۔ کیونکہ بہت سے ایسے بھی احکام ہیں جن کے مصالح کا ادراک کرنے سے عقل انسانی قاصر ہے اور ان کے مصالح اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو معلوم نہیں ہیں۔ اس طرح کے نصوص پر قیاس کرنا درست نہیں ہے۔ مثلاً نمازوں کی رکعتوں کی تعداد سے متعلق مصالح، یا روزوں کی منصوص تعداد میں مضمحل مصالح، یا طواف کے اشواط کی تعداد کے مصالح، یا مثلاً حد زنا میں سو کوڑوں کی تخصیص کی وجہ، یا حد قذف میں اسی (۸۰) کوڑوں کے تعین کی مصلحت، یا ایک رکعت میں ایک رکوع اور دو سجدوں کے مقرر کئے جانے کا راز، یہ ایسے امور ہیں جن کی علتیں سوائے اللہ تبارک و تعالیٰ کے حتمی طور پر کوئی نہیں جانتا۔ حضرت امام غزالی اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے طویل تدبر و تفکر کے بعد چند مصالح کی نشان دہی کی ہے لیکن ان کے فرسودات بہر صورت ظنی ہیں۔

حتماً کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ اس لئے علمائے اصول نے فیصلہ کیا ہے کہ عبادات اور عقوبات مقدورہ (غیر معلوم العلل) میں قیاس درست نہیں ہے۔ البتہ ایسے احکام میں قیاس کرنا درست ہے جن کی علتیں عقل و ادراک انسانی کی گرفت میں آسانی کے ساتھ آجاتی ہیں۔ اس طرح کے قیاس کی مثالیں پہلے گزر چکی ہیں۔

اس سلسلے میں ایک اور بات بھی قابل غور ہے۔ وہ یہ کہ فائس (مجتہد) تسویہ فی العلة کو سمجھ لینے کے بعد صرف اس کا ”مظہر“ (بضم میم) ہے مثبت (بضم میم) نہیں ہے۔ یعنی مجتہد کا صرف اتنا کام ہے کہ پہلے وہ شارع کے حکم کی مناسبت تلاش کرے پھر اس کا تعین و تحقیق کرے اور کامل تسویہ محسوس کرنے کے بعد ”علة الحکم“ کو ظاہر کر دے۔ مثلاً مجتہد نے شراب کی حرمت کے مناسبت کی تلاش کی۔ اس کے استخراج کے نتیجے میں علت ”اسکار“ ظاہر ہوئی۔ اب وہ تفحص کرے گا کہ علت اسکار کس کس مشروب میں پائی جاتی ہے۔ اس نے دیکھا کہ یہ علت تو جوش آنے کے بعد سیب کے رس یا تاڑی میں بھی پائی جاتی ہے تو وہ فیصلہ کرے گا کہ ”نشہ آور“ سیب کا رس یا تاڑی حرام ہے،۔ گویا اس نے یہ ظاہر کیا کہ ”حرمت“ شراب ہی کے ساتھ مختص نہیں ہے بلکہ شارع علیہ السلام کا حکم وجود مناسبت کی صورت میں نشہ آور سیب کے رس یا تاڑی تک منجر ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مجتہد بذات خود سیب کے رس یا تاڑی کو حرام کرنے والا ہے بلکہ وہ درحقیقت شارع علیہ السلام کے اصل (شراب) والے حکم کو فرع (نشہ آور سیب کے رس اور تاڑی) میں ظاہر کرنے والا ہے۔ خلاصہ یہ کہ

مجتہد مظہر ہوتا ہے مثبت نہیں۔ (۷)

### قیاس اور دلالت النص میں فرق:

قیاس کی طرح دلالت النص کی بنیاد پر بھی حکم منصوص غیر منصوص کی طرف منجر ہوتا ہے لیکن دونوں میں فرق ہے۔

قیاس میں تو پہلے استخراج منطوق ہوتا ہے پھر تحقیق اور پھر اظہار حکم۔ دلالت النص میں ان مراحل کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔ صرف حکم منصوص کے مفہوم کو لغت کے ذریعہ متعین کرتے ہیں۔ اور اصل کا حکم فرع میں جاری کر دیتے ہیں۔

مثلاً والدین کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔  
فلا تقل لہما اف ولا تنہرہما وقل لہما قولاً کریماً۔ (بنی اسرائیل - ۲۳)  
جب والدین تیرے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو تم ان کو  
”اف“ بھی نہ کہنا اور نہ ان کو جھڑکنا اور ان سے ادب کے ساتھ  
بات چیت کرنا۔

اس حکم کی علت ”ایذاء“ ہے۔ یعنی تم ان سے کوئی بھی ایسی بات  
نہ کہنا یا ان کے ساتھ کوئی بھی ایسا برتاؤ نہ کرنا جس سے بڑھاپے میں  
تمہارے والدین کو ”تکلیف“ ہو۔ ایذاء کا یہ تصور ”فلا تقل لہما اف“ سے  
مفہوم ہے۔ لہذا اس مقام پر کسی تخریج منطوق، تحقیق منطوق، اجتہاد اور قیاس  
کی ضرورت نہیں ہے۔ اصل نص کا حکم خود بخود تمام فروع میں جاری ہو جائے

۷۔ حوالہ کے لئے دیکھئے مصادر التشریع الاسلامی: عبدالوہاب خلاف:

۲۷ طبع مصر ۱۹۷۲ء

گا۔ یعنی ہر وہ عمل جس سے بوڑھے والدین کو تکلیف ہو، مثلاً گالی دینا، عقوق والدین، ان کی جائز و معقول خواہشات کو حقارت سے رد کر دینا (جس سے ان کی ایذاء کا امکان ہو) ”فلا تقل لهما اف“ کی نہی میں داخل ہے۔

### حجیت قیاس:

سوائے اہل ظواہر اور بعض فرق شیعہ کے جمہور علمائے اسلام اس بات کے قائل ہیں کہ احکام عملیہ میں قیاس حجت شرعی ہے گو کہ یہ چوتھے درجے میں ہے۔ یعنی اگر کسی واقعے کا حکم نہ قرآن کریم میں ملے نہ سنت میں اور نہ اس کی بابت اجماع است ہوا ہو تو احکام منصوصہ میں اس کی اصل کے پائے جانے کی صورت میں قیاس کرنا درست ہوگا اور وہ قیاس حجت شرعی ہوگا۔ حجت قیاس کے قائلین کے مندرجہ ذیل دلائل ہیں۔

### قرآن کریم:

۱۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

يا ايها الذين آمنوا اطيعوا الله واطيعوا الرسول واولى الامر منكم فان تنازعتم في شئ فردوه الى الله والرسول ان كنتم تؤمنون بالله واليوم الآخر ذلك خير وامن تاويلاً (النساء - ۵۹)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اور اپنے میں سے اہل اختیار کی اطاعت کرو پھر اگر تم میں باہم اختلاف ہو جائے کسی چیز میں تو اس کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹایا کرو اگر تم اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو یہی بہتر ہے اور انجام کے اعتبار سے خوشتر ہے۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ حکم دیا

ہے کہ اگر کسی مسئلے میں نزاع اور اختلاف کی صورت پیدا ہو جائے اور قرآن و سنت یا اجماع امت میں اس کی بابت کوئی حکم نہ ہو تو پھر تمہیں چاہئے کہ اپنے اختلاف کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یعنی قرآن و سنت کی طرف لوٹاؤ۔ ظاہر ہے کہ قرآن و سنت کی طرف اختلاف کو لوٹانے کا مطلب ہی یہ ہے کہ واقعہ (فرع) اور اصل کی علت میں تساوی تلاش کی جائے اور شرائط قیاس کے پائے جانے کی صورت میں اصل کا حکم فرع میں جاری کیا جائے۔

۲۔ ایک مقام پر ارشاد ہے :

هو الذی اخرج الذین کفروا من اهل الکتاب من دیارهم لاول الحشر  
ما ظننتم ان یخرجوا و ظنوا انهم مانتهم حصونهم من الله فاتاهم الله  
من حیث لم یحتسبوا و قذف فی قلوبهم الرعب یخربون بیوتهم بایدیهم  
و ایدی المؤمنین فاعتبروا یا اولی الابصار۔ (الحشر۔ ۲)

وہ وہی ہے جس نے اہل کتاب میں سے جن لوگوں نے ایمان لانے سے انکار کیا ان کو ان کے گھروں سے پہلے حشر کے لئے نکالا تمہارا گمان بھی نہ تھا کہ وہ نکلیں گے اور خود ان کا خیال یہ تھا کہ ان کے قلعے ان کو اللہ کی گرفت سے بچالیں گے سو اللہ کا عذاب ان پر ایسی جگہ سے پہنچا کہ انہیں خیال بھی نہ تھا اور اللہ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا وہ اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے اجاڑ رہے تھے اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے بھی سوائے دانش والو عبرت حاصل کرو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہود مدینہ کے ایک قبیلے بنو نضیر کا واقعہ بیان فرمایا ہے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہود

کے دیگر قبائل کے علاوہ اس قبیلے سے بھی صلح کا معاہدہ ہو گیا تھا۔ لیکن ربیع الاول ۳ھ میں ایک معاملے کے سلسلے میں آپ ان کے ہاں تشریف لے گئے تو انہوں نے آپ کو ایک جگہ بٹھا کر یہ سازش کی تھی کہ اوپر سے پتھر گرا کر آپ کو ہلاک کر دیں۔ اس واقعہ سے قبل غزوہ احد کے موقع پر بھی اس قبیلے نے مسلمانوں سے غداری کی تھی۔ بالآخر باوجود مختلف تنبیہات کے جب انہوں نے اپنے رویہ میں تبدیلی نہیں کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں جلاوطن کر دینے کا فیصلہ فرمایا۔ اس پر وہ قلعہ بند ہو کر بیٹھ رہے لیکن ان کی ایک نہ چلی اور انہیں مدینہ چھوڑ کر شام اور خیبر کی طرف جانا پڑا۔

اس واقعہ کو بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :

فاعتبروا یا اولی الابصار  
سو اے دانش والو! عبرت حاصل کرو۔

یعنی ان پر اپنے آپ کو قیاس کرو۔ کیونکہ جس طرح تم ایک انسان ہو اسی طرح وہ لوگ بھی انسان تھے۔ انہوں نے معاہدہ کر کے بدعہدی کی۔ انہوں نے اللہ کے رسول برحق کی بار بار کی تنبیہات کی پروا نہ کی۔ وہ حق کے خلاف سازشوں میں مشغول رہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اپنے گھر، در اور جائیدادوں سے محروم ہو کر نکالے گئے۔ سو اگر یہی حالات تمہارے ہو جائیں اور ذات و نکبت کے آثار تمہارے اندر ظاہر ہونے لگیں، تم بھی معاہدہ کرو اور اسے پامال کرنے لگو، رسول برحق کے نائبین کی تنبیہات کی پروا نہ کرو، حق کے خلاف سازشیں کرنے لگو، تو تمہارا بھی وہی حال ہوگا جو قبیلہ بنو نضیر کا ہوا۔ اور قیاس اسی کو کہتے ہیں کہ پہلے ”تخریج مناط و تحقیق مناط، کر کے اسباب و علل کا تعین کر لیا جائے پھر یہ دیکھا جائے کہ حالات

مقیس و مقیس علیہ میں کامل تسویہ ہے یا نہیں۔ اگر کامل تسویہ ہو تو اصل کا حکم فرع پر جاری کر دیا جائے۔

اس کی تو زندہ مثالیں ہماری روزانہ زندگی میں بھی ملتی ہیں۔ امتحان گاہ میں ایک لڑکا نقل کرتا ہوا پکڑا گیا اس کی کاپی مسترد کردی گئی اور آئندہ امتحان میں شرکت کرنے سے اسے روک دیا گیا، تو امتحان کے منتظمین اسی پر بس نہیں کرتے بلکہ ایک اعلان تیار کرتے ہیں کہ ”فلاں طالب علم نقل کرتا ہوا پکڑا گیا ہے اس لئے اس کی کاپی مسترد کردی گئی ہے اور اسے آئندہ ہونے والے امتحانات میں شریک ہونے سے روک دیا گیا ہے۔“ یہ اعلان لے کر کوئی استاد آتا ہے اور امتحان گاہ کے ہر کمرے میں بہ آواز بلند پڑھ کر سناتا ہے تاکہ دیگر امیدوار ”قیاس“ کریں اور یہ سمجھیں کہ اگر ”نقل کرنے کی“ وہی علت جو اس طالب علم میں پائی جاتی تھی میرے اندر بھی پائی گئی تو میرے اوپر بھی وہی حکم جاری ہوگا یعنی میری بھی کاپی مسترد کردی جائے گی اور آئندہ ہونے والے امتحانات میں شرکت سے روک دیا جاؤں گا۔

(۳) قیاس کی حجیت کی سب سے بڑی دلیل تو یہ ہے کہ بعض مواقع پر منکرین کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے اللہ تبارک و تعالیٰ خود قیاس کا طریقہ اختیار فرماتا ہے۔ قرآن کریم میں ہے :

قال من یحیی العظام وہی ریبم قل یحییہا الذی انشاہا اول مرۃ وہو بکل خلق علیم (یس - ۷۹)

(کافر اپنی خلقت کو بھول گیا) اور کہنے لگا کون زندہ کریگا ہڈیوں کو جب کہ وہ بوسیدہ ہو گئی ہوں گی آپ کہہ دیجئے کہ انہیں وہی

زندہ کرے گا جس نے انہیں پہلی بار پیدا کیا تھا اور وہ ہر پیدائش سے خوب واقف ہے۔

بعض روایتوں (۸) میں ہے کہ ایک کافر سڑی ہوئی ہڈی لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور اسے دکھا کر دریافت کیا کہ ”اگر میں اسے پیس کر اس کے ذرات ہوا میں اڑا دوں تو کیا تب بھی تمہارا رب اسے زندہ کر سکتا ہے؟ اس موقع پر یہ جواب نازل ہوا کہ :

قل يحييها الذي انشاها اول مرة

آپ کہہ دیجئے کہ انہیں وہی زندہ کرے گا جس نے انہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا۔

مذکورہ بالا آیات کریمہ کی تفسیر کے بعد علامہ قرطبی لکھتے ہیں۔  
ففي هذا دليل على صحة القياس لان الله تعالى احتج على منكري البعث  
بالنشأة الاولى قال من يحيى العظام وهي رميم الآية (۹)

پس اس میں قیاس کے حجت ہونے کی دلیل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے  
بعث بعد الموت کے منکرین پر بدأ اول سے حجت قائم کی ہے اور فرمایا  
من يحيى - الآية

اسی آیت کریمہ پر گفتگو کرتے ہوئے علامہ ابوبکر الجصاص لکھتے  
ہیں۔

فيه من اوضح الدليل على ان من قدر على الابتداء كان اقدر على الاعادة

۸۔ محمد بن احمد الانصاری القرطبی: الجاسع لاحکام القرآن: ۱۵: ۵۸

طبع مصر ۱۹۶۷ء

۹۔ ایضاً

اذ كان في ظاهر الامر ان اعادة الشئ ايسر من ابتداءه فمن قدر على الانشاء ابتداءً فهو على الاعادة اقدر فيما يجوز عليه البقاء وفيه الدلالة على وجوب القياس والاعتبار لانه الزهم قياس النشأة الثانية على الاولى۔ (۱۰)

اس آیت کریمہ میں سب سے واضح دلیل یہی ہے کہ جو ذات کسی عمل کی ابتداء کرنے پر قدرت رکھتی ہے وہ (برباد ہوجانے کے بعد) اسے دوبارہ بنادینے پر بدرجہ اولیٰ قادر ہوگی کیونکہ یہ تو ظاہر ہے کہ کسی شئی کا اعادہ اس کی ابتداء کرنے سے زیادہ آسان ہوتا ہے لہذا جو ذات ابتداء پر قادر تھی وہ اعادے پر اس لئے زیادہ قادر ہوگی کہ اس پر اس کی بقا کا انحصار ہے اور اس آیت میں قیاس و اعتبار کے واجب ہونے کی دلیل بھی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کفار پر لازم کیا کہ وہ نشأة ثانیہ کو نشأة اولیٰ پر قیاس کریں۔

### ہلل کا بیان :

یہ جو قرآن کریم میں بعض مقابلات پر اللہ تعالیٰ نے احکام کے ساتھ ساتھ ان کی علتیں بیان فرمائی ہیں اس کا مقصد بھی یہی ہے کہ ان علتوں کی بنیاد پر قیاس کیا جائے۔

مثلاً قصاص کے بارے میں ارشاد ہے۔

ولکم فی القصاص حیوة یا اولی الاباب (البقرہ - ۱۷۹)

اے اہل فہم ! تمہارے لئے قصاص میں زندگی ہے۔

۱۰۔ ابو بکر احمد بن علی الرازی البجصاص : کتاب احکام القرآن : ۳ : ۳۷۶

طبع ۱۳۳۵

یا حضرت زید حارثہ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متبنی) کی مطلقہ حضرت زینب سے عقد کرنے کا حکم دیتے وقت اللہ تعالیٰ نے صرف حکم ہی نہیں دیا بلکہ اس کی علت بھی بیان فرمائی۔

فلما قضی زید منها وطراً زوجتکھا لکی لایکون علی المؤمنین حرج فی ازواج ادعیائھم اذا قضوا منھن وطراً وکان امر اللہ مفعولاً۔ (الاحزاب - ۳۷)  
پھر جب زید نے اس (عورت) سے معاملہ ختم کر لیا تو ہم نے اس کا نکاح آپ کے ساتھ کر دیا تاکہ اہل ایمان پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے بارے میں کچھ تنگی نہ رہے جب وہ ان سے اپنا معاملہ ختم کر لیں۔ اور اللہ کا حکم پورا ہو کر رہنے والا ہے۔

یا مال غنیمت کو فقیروں، مسکینوں، یتیموں، اعزہ اور مسافروں کے درمیان تقسیم کرنے کا حکم دیتے وقت اللہ تعالیٰ نے اس کی مصلحت بھی بیان فرمائی۔

ما افاء اللہ علی رسولہ من اهل القرى فللہ و للرسول ولذی القری و الیتامی و المسکین و ابن السبیل کی لا یکون دولة بین الاغنیاء منکم (الحشر - ۷)  
جو کچھ اللہ اپنے رسول کو دوسری بستیوں والوں سے بطور فیء دلوائے سو وہ اللہ ہی کا حق ہے اور رسول کا اور قرابت داروں کا اور یتیموں کا اور مسکینوں کا اور مسافروں کا تاکہ وہ مال تمہارے تونگروں ہی کے درمیان گھوم پھر کر نہ رہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ مال کی گردش ہوتی رہے اور مال صرف ایک طبقے میں ہی محدود ہو کر نہ رہ جائے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ علت اس لئے بیان

فرمائی کہ اسلام کا مالیاتی نظام اسی علت پر قیاس کر کے تیار کیا جائے۔

### سنت رسول :

ابو داؤد میں حضرت معاذ بن جبل کے اصحاب سے روایت ہے۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما اراد ان يبعث معاذ الى اليمن قال كيف تقضى اذا عرض لك القضاء قال اقضى بكتاب الله قال فان لم تجد في كتاب الله قال فبسنة رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قال فان لم تجد في سنة رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ولا في كتاب الله قال اجتهد برأئي ولا آلو فضرب رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم صدره فقال الحمد لله الذي وفق رسول رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم لما يرضى رسول الله - (۱۱)

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجنے کا ارادہ فرمایا تو ان سے دریافت فرمایا کہ جب تمہارے سامنے مقدمات آئیں گے تو تم فیصلے کس طرح کرو گے ؟ انہوں نے عرض کیا کہ ”اللہ کی کتاب کے ذریعہ فیصلہ کروں گا۔ اپنے دریافت فرمایا کہ ”اگر تم اس معاملے کے بارے میں کتاب اللہ میں کچھ نہ پاؤ تو کیا کرو گے ؟“

انہوں نے عرض کیا کہ ”پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق فیصلہ کروں گا، آپ نے دریافت فرمایا کہ اگر بالفرض تمہیں وہ معاملہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی نہ ملے۔ اور نہ کتاب اللہ میں تب تم کیا کرو گے ؟“ حضرت معاذ بن جبل نے عرض

کیا ”اس وقت میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور ایسا کرنے میں کسی قسم کی کوتاہی نہ برتوں گا، (اس وقت) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک (شاباش دینے کے انداز میں) حضرت معاذ کے سینے پر مارا اور ارشاد فرمایا ”تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے رسول اللہ کے رسول کو اس بات کی توفیق عطا فرمائی جسے اللہ کا رسول پسند کرتا ہے۔

یعنی یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ بخوبی جانتے تھے کہ انسانی معاشرہ ترقی پذیر ہے زمانہ جوں جوں آگے بڑھتا جائے گا نئے نئے مسائل جنم لیتے رہیں گے اور دین اسلام کے حاملین کو قرآن و سنت کی روشنی میں ان مسائل کو حل کرنا ہوگا۔ دین قیم جامد اور بے روح دین نہیں ہے اسے تو قیامت تک کے لئے باقی رہنا اور انسانیت کے مسائل کو حل کرنا ہے۔ زمانی اور مکانی طور پر تبدیلیوں کے امکانات لامتناہی ہیں لہذا ان لامتناہی امکانات کو ہمیشہ نظر رکھتے ہوئے ضروری ہے کہ قانون کو سوئر اور قابل عمل رکھا جائے۔ اس کا بہترین ذریعہ ”قیاس“ ہے۔ اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل کے نظریات کو سراہا اور اسے ”لما یرضی رسول اللہ“ کے عین مطابق قرار دیا۔ صحیح روایات میں ہے کہ اکثر مواقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود قیاس فرما کر است کے لئے نمونہ عمل قائم فرما دیا ہے۔ صحیح بخاری میں ایک روایت ہے۔

عن ابن عباس ان امرأة من جہینہ جاءت الى النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقالت ان اسی نذرت ان تحج فلم تحج حتی ماتت افاحج عنها قال حجی

عنها ریت لوکان علی امک دین اکنت قاضیة اتضوا الله فالتة احق بالوفاء۔ (۱۲)  
 حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ قبیلہ جہینہ کی ایک عورت نے  
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ  
 ”میری والدہ نے نذر مانی تھی کہ وہ حج کرے گی لیکن وہ حج نہ کر  
 سکی اور فوت ہو گئی کیا میں اس کی طرف سے حج کر لوں؟ آپ نے  
 ارشاد فرمایا ”ہاں! تو اس کے بدلے حج کر لے۔ اچھا یہ تو بقا کہ اگر  
 تیری والدہ پر قرض ہوتا تو کیا تو اس قرض کو ادا کرتی؟ (یا نہیں  
 جب یہ بات ہے) تو پھر اللہ تعالیٰ اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ اس  
 کا قرض ادا کیا جائے (یعنی نذر پوری کی جائے)

اس روایت پر غور فرمائیں تساوی فی العلة کی وجہ سے حضور صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے ”حج مندور“ کو ”قرض“ پر قیاس فرما کر عملاً ایک لائحہ عمل  
 پیش فرما دیا

ابو داؤد کی ایک روایت میں ہے۔

عن ابی ہریرۃ قال جاء رجل الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم من بنی فزارۃ  
 فقال ان امرأتی جاءت بولد اسود فقال هل لک من ابل قال نعم قال ما  
 الوانها قال حمر قال فهل فیها من اوراق قال ان فیها لورقا قال فانی تراه  
 قال عسی ان یکون نزعه عرق قال و هذا عسی ان یکون نزعه عرق۔ (۱۳)  
 حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ بنو فزارہ کے ایک شخص نے حضور  
 صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میری بیوی

۱۲۔ صحیح بخاری: ۱: ۲۵۰ طبع کرزن پریس دہلی

۱۳۔ ابو داؤد: ۱: ۳۰۸ طبع کانپور

نے ایک سیاہ فام بچے کو جتا ہے (حالانکہ میں گورا چٹا آدمی ہوں اور وہ خود بھی گوری ہے دوسرے لفظوں میں اس نے شک کا اظہار کیا) آپ نے اس سے سوال فرمایا ”کیا تیرے پاس اونٹ ہیں؟ اس نے کہا ”جی ہاں!“ آپ نے دریافت فرمایا ان کے کون کون سے رنگ ہیں! اس نے کہا ”سرخ“ آپ نے دریافت فرمایا ”کیا ان میں کوئی خاکستری رنگ کا بھی ہے؟“ اس نے عرض کیا ”جی ہاں ان میں اس رنگ کا بھی آپ نے دریافت فرمایا کہ ”اس کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے وہ کہاں سے آگیا؟“ اس نے جواب دیا کہ ”شاید کسی رگ نے یہ رنگ کھینچ لیا ہو،“ آپ نے فرمایا ”شاید تیرے لڑکے کا بھی رنگ کسی رگ نے کھینچ لیا ہو،“ (یعنی اس وقت کسی رگ میں سے جس میں سوداویت زیادہ تھی نطفہ میں سودا زیادہ مل گیا ہو اور اس کی وجہ سے لڑکا کالا ہو لہذا تو اپنی بیوی پر بدگمانی نہ کر)

اس روایت میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نوسلولد کے سیاہ رنگ ہونے کو اونٹ کے خاکستری ہونے پر قیاس فرمایا اور تساوی فی العلة کی بناء پر مقیاس پر مقیاس علیہ کا حکم جاری فرمادیا۔

### حجیت قیاس پر صحابہ کا اجماع :

صحابہ کرام جو نبوت کے سراج شناس اور دین کی روح سے آشنا تھے قیاس کو حجۃ شرعی سمجھتے تھے اور جن جن احکام میں انہیں قرآن و سنت سے نصوص نہیں ملتے قیاس کرتے تھے۔

(۱) چنانچہ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا مسئلہ اٹھا

تو صحابہ نے خلافت کو امامت صلوٰۃ پر قیاس کرتے ہوئے فرمایا :

رضید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لدیننا افلا نرضاه لدنیانا۔ (۱۴)  
 انہیں (حضرت ابو بکر کو) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے دین  
 کے لئے پسند فرمایا کیا ہم انہیں اپنی دنیا کے لئے پسند نہ کریں۔  
 (۲) صحابہ کرام نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت کو  
 بھی رسالت پر تیاں کیا اور مانعین زکوٰۃ سے جہاد کیا۔ مانعین زکوٰۃ کا دعویٰ  
 تو یہی تھا نا کہ زکوٰۃ وصول کرنے کے حق دار صرف رسول اکرم صلی اللہ  
 علیہ وسلم ہیں۔ کیونکہ ان کی دعا زکوٰۃ ادا کرنے والوں کے لئے باعث سکون  
 ہے۔ قرآن کریم میں ہے۔

خذ من اسوالہم صدقة تطہرہم و تزکیہم بها وصل علیہم ان صلاتک  
 سکن لہم۔ (التوبة - ۱۰۳)

آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ لے لیجئے اس کے ذریعے آپ انہیں پاک  
 صاف کر دیں گے اور آپ ان کے لئے دعا کیجئے بلاشبہ آپ کی دعا ان کے  
 حق میں باعث تسکین ہے۔ (جاری)